
AKHBAR
OUDH PUNCH
جلد ہشتم
Volume. VIII
1923
LUCKNOW
١٩٢٣
اودھ پنچ
अखबार
अवध पंच
लखनऊ

جلد ۸ نمبر ۳۵

مضامین غیب

جمعہ ۱۴ ستمبر ۱۹۲۳ء

عطائے تو بہ لقائے تو

کانگریس کی دیرینہ چیخ پکار بے اثر و صدا بصحرا ثابت ہوئی۔ یعنے وہ مطالبہ آزادی و حکومت خود اختیاری کی بابتہ ارباب بست و کشاد کے صماخ گوش سے گزر کر انکے دلوں میں سرایت کر گئی۔ چنانچہ اثر پذیری کے آثار کئی سال ہوئے بصورت ریفارم اسکیم ظاہر ہو چکے اور تعین دلایا گیا کہ حصہ داری نظام حکومت کا نیا شرف اہل ہند کے حق میں حریت و خود مختاری کی قسط اولیں ہے جسے پس ماندہ (باقی) اقساط کا پیش خیمہ تصور کرنا چاہیے اور یہ امر بھی ہمیشہ دل نشین رکھنا چاہیے کہ جنس امانت میں کبھی غصب و خیانت کی دست درازی نہیں ہوتی۔ حقوق و اختیارات کامل ضرور علاسبیل کے طور پر عطا فرمائے جائینگے۔ مگر کب؟ جبکہ ہندوستانی ہند اپنے طرز عمل سے خود کو ان کا اہل ثابت کر دیں۔ تعین مدت تبدیلیوں کی المنار اہلیت پر موقوف رکھا گیا۔

موجودہ اصلاحات گویا ہمارے کمزور معدوں کے لیے آزمائشی مختصر غذا ہیں۔ اگر سازگاری بخت و یاوری قسمت سے قابلیت ہضم درست متصور ہوئی تو تدریجاً دیگر اغذیہ لطیفہ کا استعمال بلحاظ حالت و وقت تجویز کیا جائے گا۔ ورنہ ازدیاد قوت ہضم کے لیے کسی چورن کے مجرب نسخہ کی احتیاج لاحق ہوگی بہر طور طالبان حقوق و مشتاقان سوراج کو مایوسی و حرماں نصیبی سے قطع تعلق کر کے امیدوار بودہ بپا بند رہنا چاہیے۔ اب مجوزہ اصلاحات کے چند نظر فریب و پر حلاوت پھل و ثمر بھی ملاحظہ فرمائے جائیں جو اپنے رنگ روپ میں صلاحیت جنگ کی خوشنمائیاں بھی رکھتے ہیں۔ وہ یہ کہ۔

محصولات ریل۔ تار۔ ڈاک تقریباً دوچند ہو گئے ٹیکس میں المضاعف اضافہ ہوا۔ کورٹ فیس بڑھا فیس رجسٹری میں بیشی ہوئی۔ محصول نمک ممبران کونسل کی مخالفت کے باوجود دوچند ہو گیا۔ حاصل کلام یہ کہ انکی برکت آموز تفصیلات کا اندراج پوسٹ کارڈ کے کچھ حصہ میں کسی طرح ممکن نہیں۔ اب بھی اگر وفادار معاونین چند اصلاحات و مطلق صاحبان اصلاحات کو تشکر و امتنان کی نگاہوں سے نہ دیکھ کر شاکی شکایات ہے تو یہ انکی عین احسان فراموشی و کفران نعمت ہوگی حکمران دماغوں نے ہر شعبہ و ہر شے کی قدر و قیمت میں نمایاں اضافہ کر کے اس مقولہ کے زیر اثر رعایت عام کی عزت افزائی فرمائی کہ۔

ارزاں بہ علت گراں بہ حکمت

کورٹ فیس وغیرہ کی زیادتی گرانی انصاف و دشواری حق رسی کا باعث ضرور ہوئی۔ مگر اس عدالت گستری نے عدالتی انصاف کو ہماری نظروں میں مرجح بھی بنا دیا۔ کیونکہ جس چیز کا حصول بآسانی ممکن ہو وہ اصولاً ناقابل وقار ہے۔ تواریخ کے اوراق ظاہر ہیں کہ چند صدی قبل سلاطین ماضیہ کے دربار میں رعایا کی دادرسی کے لیے عدل کی کوئی قیمت مقرر نہ تھی۔ لیکن رفتار زمانہ کے ساتھ ساتھ دستور و آئین عدالت بھی تبدیل ہو گیا۔ اب مفت اور قیمت والے انصاف میں وہی فرق و امتیاز ہے جو بیل گاڑی اور موٹر کار کی سواری میں ہونا چاہیے۔

قسط اصلاحات اول کی ثمر ریزیاں تو آپ ملاحظہ فرما ہی چکے اب آئندہ قسط دوم (ظہور پذیر ہوگی) غالباً اس سے بھی زیادہ انوار و تجلیات سے معمور ہوگی شوق کے ساتھ منتظر رہنا چاہیے۔

بہرحال حکومت کی دست کرم میں رعیت کی تنگ نظری کو دخل نہ ہونا چاہیے۔ حضرت اکبر مرحوم فرما گئے ہیں کہ ؎

اتنی آزادی بھی غنیمت ہے
سانس لیتا ہوں بات کرتا ہوں

راقم شیر سنگھ شمیم گوردی

گھٹائیں ہجوم کرو مستانہ آئیں
بہار جانفزا ہمراہ لائیں

مخلوق کی دعاہائے فراواں نے مفتاح اجابت بن کے قفل امساک کو وا کر دیا۔ باب رحمت کشادہ ہو گیا۔ اب نزول باراں کی یہ کیفیت ہے کہ دنیا عالم آب ہوئی جاتی ہے۔ فصلیں سرسبز فرخ فضائل ارزانی زراعین کی گردنیں بار منت پذیری سے سجدۂ شکر بجا لانے کے لیے خود بخود خم ہوئی جاتی ہیں۔ خداوند کریم اس فرح انگیز و طمانیت خیز حالت کو قیام و استحکام عطا فرمائے۔ آمین۔

راقم شیر سنگھ شمیم گوردی

استفسار عجز آثار

ڈیر پنچ۔ کورنش۔

کسی ادبی مسئلہ کے متعلق اگر آپ اور آپ کے فاضل ترین ناظرین سے رفع اشتباہ نہ کیا جائے تو پھر آپ ہی فرمایئے کہ اس حصول غرض کے لیے میری نگاہ انتخاب اور کسے تلاش کرتی پھرے؟ ذیل میں چند امور بطریق استفسار حوالہ قلم کیے جاتے ہیں۔ توقع کہ ازراہ الطاف تحریر جواب کی زحمت گوارا فرمائی جائے گی۔

(۱) یہ کہ اکثر مضامین نظم و نثر میں دیکھا جاتا ہے کہ ارباب بلاغت حسب ضرورت محل

"نازبردار و نافرمانبردار"

رقم فرمایا کرتے ہیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ الفاظ "نازہ" "فرمان" کے ساتھ لفظ "بردار" کی ترکیب کہاں تک جائز متصور ہو سکتی ہے؟ کیا اسے دراصل غلط العام خیال کر کے لفظ "بردار" بلحاظ موقع اس مقام پر الفاظ "کش" "دہ" "بر" کا قائم مقام تصور کرنا چاہیے اور

"نازبردار و فرمانبردار"

کے بجائے

"نازکش و فرمانبر"

صحیح سمجھنا چاہیے یا کیا؟

(۲) یہ کہ مذہب اسلام تناسخ کا قائل نہیں۔ ایسی حالت میں ایک واجب التعظیم مسلمان بزرگ کے شعر مندرجہ تحت کا مفہوم تناسخ کے سوا کیا کچھ اور بھی ہو سکتا ہے؟

ہفت صد ہفتاد قالب دیدہ ام
ہمچو سبزہ بارہا روئیدہ ام

اگر اس شعر کا کوئی اور مطلب بھی ہو سکتا ہو تو براہ کرم اسکی وضاحت فرمائی جائے۔ اسکے ساتھ ہی (تجربہ و مشاہدہ کو بالائے طاق نسیاں رکھ کے) یہ بھی ارقام فرمایا جائے کہ جب مسئلہ تناسخ بالکل فرضی و خیالی تھا تو لفظ "تناسخ" کے مشتبہ و شنیع ایجاد سے معرض وجود و عرصہ شہود میں لائے جانے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ والسلام خیر ختام۔

راقم خیر سنگھ شمیم گوردی

(جواب آئندہ درج ہوگا)

پنچ مل خدا - خدا مل پنچ

شامت اعمال ما صورت نادر گرفت

سرویا کے ولیعہد نے مرکے یورپ میں آگ لگا دی تھی اب اطالیہ کے دو درجن آدمی یونانیوں نے ڈھیر کر دیئے دیکھیے یہ خون کیا رنگ لاتا ہے۔ یونانی کہتے ہیں کہ انکا خون البانیہ کے سر ہے البانی کہتے ہیں کہ جھوٹ۔ اطالیہ کو یقین ہے کہ قاتل یونانی ہیں سو ایک بڑے ٹکڑے پر اطالیہ نے قبضہ بھی کر لیا ہے۔ ان جھگڑوں کی لڑائی پر بازی لگانے والے اور دل بڑھانے والے (انگلستان و فرانس) دونوں کے لوگ بیچ بچ اور بیچ بچاؤ کو بیچ ہیں۔ یونانی بیوقوف ہیں اگر کہہ دیتے کہ ترکوں نے رشوت دے کے یہ خون کروا دیا تو یورپ بھر ہاں میں ہاں ملاتا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ مکاری بھی اب یورپ کا ساتھ نہیں دیتی۔ کیا برا وقت ہے! ؎

فرشتہ جب کسی سے عہد قوم ہی لا حاصل
مرے اعمال ہیں کیا دوست دشمن کیوں

جرمانہ مردانہ

ہمارے شہر میں مشہور ہوا کہ ہیسٹر زبان بنگال کلکتہ کے دستخط سے کینیا کے متعلق شہر میں مکمل ہڑتال کا اشتہار شائع ہوا اور مطابع والوں کی غلطی سے لکھنؤ نمبر میں چھپاں کیا گیا۔ دستخط انکے تھے تو کیا کرنا جاتا سنتے ہیں کہ آپ پر پانچ سو روپیہ جرمانہ کیا گیا۔ در صورت عدم ادائی جرمانہ ایک ہفتہ قید۔ میاں جرمانہ دینے کا سبق کسی نے پڑھا نہیں لہذا جرمانہ سے انکار ہوا اور قید قبول کر لی گئی۔ پانچ روز کے بعد آپ کے مکان سے ایک کتاب جرمانہ کے عوض قرق کر لی گئی اور آپ رہا کر دیئے گئے۔ خیر یہ تو ایک معمولی بات ہے۔ پانچ روز کی قید بھی اٹھائی اور جرمانہ بھی دیا پھر بھی انصاف کی ہانڈی کھٹکھنی نہ ہوئی۔ ڈھنڈورا شہر میں لڑکا بغل میں یہ پرانے زمانہ کی ایک مثل ہے مگر یہاں اصل ہو گئی کیا معنی کہ بابو صاحب کے ہاتھ میں قید ہوتے وقت سونے کا ایک چھلا بھی تھا جس کی قیمت پندرہ سولہ روپیہ ہوگی اگر بوسیدہ عینک کی محتاج نہ ہوتی اور سزا دینے والا صاحب انصاف کے نشہ میں چور نہ ہوتا تو سزا کا حکم سناتے وقت انگوٹھی قرق کر لی جاتی۔ ہماری رائے ہے کہ آئندہ حکام با انصاف پولیٹیکل مجرموں پر ہلکا جرمانہ کیا کریں جس کی ادائی انکی کھدر کی پوشاک کی قیمت سے باسانی ہو سکے۔ اندریں صورت پولیٹیکل جرائم کا ارتکاب کم از کم وہ لوگ نہ کرینگے جنکو کچہری سے آگے پیچھے ہاتھ دھو کے واپس آنا گوارا نہ ہوگا۔ اور اگر کریں گے تو واللہ ننگ دھڑنگ آنے کی دل لگی تمام شہر کو مسرور کرے گی اور انصاف کی مخالفت سے بھی دل لگی کی لپیٹ میں کامل نمونہ رہے گی بلکہ عجب نہیں کہ دل لگی باز شہری حاکموں کا شکریہ ادا کریں۔ جامے سے دوستوں کو ہنسا تو دیا۔

آہ کا اثر

(صد جانہ سائبیریا کے مظلوموں کی بددعا)

فلک سے تا زمین پہنچی پاکر یا کے دل جلوں کے سینہ کی دبی ہوئی آگ زمین کے اندر پیوست ہوتی ہوئی جاپان میں پھوٹی کر ٹوکیو اور یاکوہاما (جاپان) دفعۃً نذر آتش و زلزلہ ہو گیا۔ غریب مفلس۔ محتاج فقیر۔ بے دست و پا بندستانیے سے دوران جنگ میں جو غارتگری جسکا دوسرا نام تجارت ہے کمزوروں اور یہودی پیرس جاپان کر جو روپیہ حاصل کیا گیا تھا اس سے ہزار گنا زیادہ نقصان ہوا ہے۔ ابھی سلسلہ جاری ہے۔ دیکھیے آہ مظلومان کے اس اثر سے یورپ بھی عبرت پذیر ہوتے ہیں یا نہیں۔ ہمیں صرف اسقدر فکر ہے کہ شب برات میں آتشبازی کہاں سے آئے گی۔ آتشباز تو خود ہمن جگر ہو رہا ہے۔

انصاف و رحم

سنتے ہیں کہ ہمارے وائسرائے صاحب بہادر جاپان کی مصیبت سے اتنا متاثر ہوئے کہ آپ نے ایک مستقل فنڈ برائے جاپان کی امداد کی غرض سے قائم فرمایا اور سائبیری گرہ سے یکمشت پانچ ہزار روپیہ چندہ بھی دے دیا۔ ہمارے حضرت کے انصاف نے تو ابتک کوئی کرشمہ نہیں دکھایا تھا مگر خدا کا شکر ہے کہ رحم نے اپنے جوہر دکھا دیے۔ خدا جانے یہ رحم ابتک کس کونے کھترے میں پڑے ہوئے تھے کیا معنی کہ ابھی حال ہندوستان میں کہیں سیلاب نے دریا کا تہلکہ مچایا کہیں غربا کی ہر چیز کا تنکا تک نہ چھوڑا اگرچہ یہ رحم ہو گئی ہی شاہانہ ہے مگر اے ہر دو جانب برسا ہے تو شاید مگر والوں تک یہ بیچارہ رحم بھی پہنچ جائے۔

پرائے بروسے آزاد

مثل مشہور ہے پہلے گھر میں چراغ جلتا ہے پھر مسجد میں۔ اپنے پڑوسی کے دنگے میں اگر ہم شریک ہوں تو اللہ میاں باز پرس فرمائینگے جاپان کے متعلق ہم سے باز پرس نہ ہوگی پس اگر بہار کا صوبہ اپنے پڑوسیوں سے بزبان حال کہے کہ مصرعہ یا مرا زود بیرون را تو دانی "یا اہل نویش بعد درویش" کی مثل یاد دلائے تو حق بجانب ہے۔ سنتے ہیں کہ بنگال میں بھی فوراً چندہ جمع ہونے کی ابتدا ہوئی ہے پہلے زلزلہ صاحب جبر پر بان لے رہے ہیں اگر جاپان کی اندرونی ریشہ دوانی نے خدا نہ خواستہ بنگال کو بھی بھونچال میں مبتلا کردیا تو باہر والے کھا گئے اور گھر کے گائیں گیت" کی مثل اصل ہوگی کیا معنی کہ یہاں ہندوستان جاپانیوں کی امداد میں بے طرح فیاضی دکھا رہے ہیں۔ ساوری جی الگ خالی جھولی لیے "میرا چنچل جھرو سے" کی صدا دیتے پھرتے ہیں۔ دوسرے صاحب مجذوب "رحم کی جھولی سیئے اور دے اللہ کے بھلا کر تیرا بھلا ہوگا" کی ہانک لگاتے پھر رہے ہیں ایسی حالت میں خدا ہی نے کہا ہے کہ اہل ہند "خالی پھوکریں اڑ جانے کے سوا اور کیا کرینگے۔ ان پر کسی باہر والے کو ترس آنے سے رہا۔ تجربہ شاہد ہے کہ زلزلے بھی آئے قحط بھی پڑے وبائیں بھی آئیں اور بارہا آئیں سیلاب نے بھی ستر ڈھانکے۔ مگر نہ انگلستان صاحب کا دل پسیجا نہ جاپان کی شیبی نے کریمی کا بھیس بدلا۔ انگلش صاحب خالی خولی زبانی ہمدردی دکھا کے چپ ہو رہے اور رہے جاپان تو انہیں بر سر زمین کسی کی بکری کون ڈالے گھاس وحشیوں کی غمخواری اور مدد سے تہذیب کو سروکار ہی کیا ہے جاپان صاحب سے کبھی یہ بھی نہ ہوسکا۔ ہاں امریکہ نے گاہے ماہے ہمدردی کی جھلک دکھائی مگر ایک آدھ مٹھی غلہ کے عوض آفت زدہ سے ایمان کا سوال بھی کر بیٹھے یعنی اس داد و دہش نے سیکڑوں کو عیسائی بنالیا۔ ہم نے حق تو یہ ہے [illegible]

نہیں چاہتے مگر وطنی حقوق اہل وطن کو یاد دلاتے ہیں۔ ڈاکٹر لے صاحب غالباً جاپان کو ہمدردی کا تار دے چکے ہونگے۔ ہماری کانگریس کو بھی صرف تار دے کے ہمدردی روانہ کردینی چاہیئے انہیں اختیار ہے چاہے اور نہیں چاہے بجھائیں اور اس خواہ مخواہ کی فیاضی سے ملک کو روکنا چاہیئے جسکے سر پر خود اسکی اولاد کے حقوق لدے ہوئے ہیں۔ پرائے شگون اپنی ناک کٹانا۔ اور چاول کے جہاز جاپان روانہ کرنا ایک ہی بات ہے۔

پھپھڑ دلالہ پن

یہ لفظ سوائے لکھنؤ کے دیگر مقامات پر کم مستعمل ہے ممکن ہے کہ بعض ناظرین اسکے محل استعمال سے ناواقف ہوں اسلیے بتائے دیتے ہیں کہ پھپھڑ دلالہ اس عورت کو کہتے ہیں جو ماؤں سے زیادہ دوسروں کے منہ پر انکی نسبت اظہار محبت کرے مثلاً کسی بچے کے ساتھ اسکی ماں سے زیادہ شفقت کا اظہار ماں نے تادیباً بچے کو سزا دی اور آپ کو ماما نے پر کھلا دیا گئیں جھٹ پٹ بلائیں لیتے کلیجے سے چمٹانے "واہ بی واہ الٰہی تمہارے ہاتھ ٹوٹیں جن ہاتھوں سے تم نے اتنی سی جان کو طمانچہ مارا سارا گال تھوتا ہوگیا۔ بچہ کے پیٹ میں سانس نہیں سماتی۔ آؤ بیٹا آؤ میں قربان۔ ایسی ہتیاری ماں کے پاس نہ جاؤ" جو لوگ خلقتاً نرم دل ہیں وہ اس لقب سے مستثنیٰ ہیں ان کا برتاؤ اپنوں اور غیروں کے ساتھ یکساں رہتا ہے۔ جیسے اپنا بچہ ویسے پرایا۔ لیکن جو لوگ اپنوں کے ساتھ فرض منصبی ادا کرنے کی پروا نہیں کرتے اور غیروں پر مصیبت آتے ہی ماتا کے بطن میں بیٹھا آنا اور دودھ ابلنے لگتا ہے محبت جتانے لگتے ہیں۔ انکے افعال پھپھڑ دلالے پن کے تحت میں داخل ہیں خواہ مرد ہو یا عورت۔ یہ ایک بداخلاقی ہے۔ اخلاقاً مذموم ہے شرعاً ممنوع ہے۔ عرفاً قابل گرفت ہے رہا خلاف مصلحت ہے۔ عاقبت میں قابل مواخذہ ہے۔ ورثا کے مقابلے میں ہبہ اکثر قانوناً باطل ٹھہرائی گئی ہے۔

خدائی قانون عزیزداروں کو غیروں پر یتیموں مسکینوں پر مساکین کو ابنائے سبیل وغیرہم پر بدرجہا بدرجہ ترجیح دیتا ہے۔ اور ہم کو اس قانون میں تغیر کا حق نہیں ہے۔ پس اگر اہل ہند گنجفہ کی بو کی طرح رو سے تین چار کے سخاوت کے دریا بہانے پر آمادہ ہوں تو انہیں پھپھڑ دلالے پن کے خطاب کا مستحق اپنی ذات کو سمجھنا چاہیئے۔ ایک بے ہوئے فقیر صاحب کھانا کھا رہے تھے بی بی بیٹھی مکھیاں جھل رہی تھیں دفعتاً کہنے لگے "دوست دو" بی بی نے پوچھا کیا ہے۔ کہنے لگے کعبہ میں کتا گھسا جاتا تھا اسکو ہنکار رہا ہوں۔ بی بی تھی بدعقیدہ دوسرے دن اس نے گھر کی پالی ہوئی کتیا ذبح کرڈالی اور قورما پکا کے شاہ صاحب کے آگے رکھا۔ شاہ صاحب نے حسب عادت "تو تو تو" کہہ کے کتیا کو بلایا کتیا دسترخوان ہی پر حاضر تھی مگر زندہ نہ تھی۔ وہ نہ آئی مجبوراً شاہ صاحب نے کھا لیا لقمے بالے اس وجہ سے چپ رہے کہ اگر کہے دیتے ہیں تو ماں کی شناخت آجائے گی۔ "کہیں قرمان ماری جائے نہیں تو بابا کتیا کہاں ہے" شاہ صاحب نے بس خوردہ بیں روٹیاں بھگوئیں اور کتیا کے واسطے امانت رکھنے کی تاکید کی۔ بی بی ہنسیں تو میاں جھلائے "بیہودہ بے بات کی بات پر ہنستی ہو" بی بی نے جواب دیا کہ آپ نے آج کیا نوش فرمایا؟

شاہ صاحب "کھانا کھایا"

بی بی "اور یہ ٹکڑے کس کے لئے چھوڑے"

شاہ صاحب "کتیا کے لئے"

بی بی "بس اسی پر ہنسی کہ کل آپ کی نگاہ معمد اس پاپ پہنچی اور کعبہ میں کتا جاتا دیکھ لیا۔ آج ساری کتیا ہڑپ کر گئے اور یہ نہ سوچا کہ کیا فرمایا کر رہے ہیں"

جو لوگ مولانا نیچ پیئے رنجانب کے خیالات کو تنگ دلی دکھا یا نظری پر محمول کریں انکی بیوقوفی ہے کوئی تعجب نہیں ایک دن ان پر دنیا ہنسے گی جب دیکھے گی کہ ہندوستان کے سیلاب زدہ مظلومین کو محتاج آرام و مسکن ہے آوارہ۔ کیست پاکت

محروم تڑپتے بلکتے خدا گنج سعادت اور صاحبان دولت نے ان کی خبر لی۔ سیتارام اور شیخ بدھو بھوکوں مر گئے مگر ہانگ چانگ۔ ادے بڑانگ۔ آنگ ڈھڑانگ اڑنگ بڑنگ کو ان کا حق دے دیا گیا۔ اس سخاوت کے عوض۔ فرض شناسی و حماقت سے منسوب ہونے کا صدمہ اگر انجانے کو نہ ہوگا تو پھر کس کو ہوگا۔ دوسرے کی بات جدا گانہ ہے وہ ایک آزاد متمول ملک کے رہنے والے ہیں یہاں بھی آئیں تو اپنے وطن میں بھی آزاد۔ بھلا ان کی عالی حوصلگی کو ہم غلاموں کی پست ہمتی سے کیا نسبت۔ ہم پہلے خود شناس ہو لیں پھر خدا شناسی کی طرف توجہ آسان ہوگی۔

تو کہ اوج سما چہ دانی چیست
چوں ندانی کہ در سرائے تو کیست

گھری مزدوری چوکھا کام

مخصوص کانگریس کے اجلاس دہلی میں ہو رہے ہیں اور ۹ ستمبر ۱۹۲۳ء کو ہمارے کرم فرما جامِ پال سنگھ صاحب تعلقہ دار سیب پور نے بھی سگے ہاتھوں ہندو مسلمانوں کا ایک مشترکہ جلسہ کر ڈالا۔ کارروائی دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جلسہ کا افتتاح اچھا ہوا۔ اچھا کیوں نہ ہوتا جو چیز کمیاب ہو تو پرلطف ہوتی ہے۔ بہرحال کی ڈنڈا منڈی کے پنچ شیخ سعید الدین بی اے وکیل رائے صاحب بابو ... بہاری لال چیرمین میونسپل بورڈ پرتاب گڑھ بابو جگت پال سنگھ رئیس نے اتفاق و یکجہتی پر مدلل تقریریں کیں۔ حکیم سید علی صاحب آشفتہ نے رزولیوشن پیش کیا کہ پانچ ہندو پانچ مسلمانوں کی کمیٹی بنائی جائے جو فریقین کے معتمد ہوں اور وہ وسائل اتفاق (اس ضلع میں) کی ذمہ سنبھالیں۔ یہی رزولیوشن گورنمنٹ کے ساتھ صدر نشین (راجہ صاحب) کے ایڈریس میں بھی موجود ہے۔ رزولیوشن باتفاق آرا پاس ہو گیا۔ اور غالباً اس پر عمل بھی شروع ہو جائے گا۔ مگر ایک بات ہم مدت سے برابر کہتے چلے آتے ہیں کہ جہاں اغراض جداگانہ ہوتے ہیں وہاں آپس میں اتفاق مابہ النزاع امور میں رواداری اور حد بندی سے پیدا ہو سکتا ہے۔ کانگریس نے تو اتفاق کی جہاں جہاں میں کوئی بات سوائے کونسل وغیرہ کے ممبروں کی تعداد مقرر کرنے کے نہیں کی۔

شامل ہے بڑی اور کثرت پڑے ہے۔ ہم راجہ صاحب اور ان کے ہم خیالوں سے کہتے ہیں کہ جیسی کمیٹی ضلع پرتاب گڑھ کے لیے وضع کی گئی ہے ویسی ہی کمیٹیاں ہر ضلع میں بنانے کی کوشش کیجیے۔ اور ان کا ایک فرض یہ بھی ہو کہ وہ لوگ مابہ النزاع امور یا مطالبات فریقین کی فہرست بھی تیار کرتے رہیں۔ جھگڑوں کی صورت وقوع کا ریکارڈ بھی مرتب رکھیں تاکہ حقوق معاشرت پر اتفاق طے ہونے میں سہولت ہو۔ ورنہ حساب دوستاں در دل۔ کی حکمت عملی اگر باقی رہ گئی تو وہ چھرا چاقو رہے نام اللہ ہی۔ مفسدوں کو آگ لگانے کی آزادی فرصت حاصل رہے گی۔

انگریزی حکومت نے ہندوستان سے گزشتہ جنگ میں مدد لیتے وقت یہی غلطی کی کہ دیا کہ میاں تم کو کچھ ضرور مل رہے گا۔ جو کسی نے پوچھا کہ کیا ملے گا تو بجائے نفس مراعات کے مراعات کی صفتیں بیان کرنی شروع کیں۔

"آپ ایسا کچھ ملے گا کہ تر جاؤ گے کبھی خواب میں بھی نہ دیکھا ہوگا۔ ہاں اختیارات ملیں گے۔ اصلاحات ملیں گے۔ اور کیا ملے گا"

خوش باور لوگ سمجھے کہ اختیارات کی توسیع کے معنے ہوم رول کے ہیں اور حکومت نے اس حسن ظن کو اپنے سکوت کے پردے میں جلوہ افروز رہنے دیا۔ ظریف شاعر بھی

ملے گا کچھ نہ کچھ تمہیں اگرچہ ہوم رول ہی
مگر یہ کیا ضرور ہے کہ ہو وہ ہوم رول ہی

اسے بیچ جنگ ختم ہوئی دھوم دھام کا گنگا بادی بڑی دھوم آدھا سیکن وہ بھی بھوں ہیچ بازاں ہیں تقریریں ہیں ثنا خوانیاں ہیں مگر بقول بد نصیب کے خوان بڑا خوان پوش بڑا کھول کے دیکھو تو آدھا بڑا۔ پبلک اور حسن ظن رکھنے والی پبلک کی جان جل کر کباب ہو گئی۔ کہ واہ ہماری یہ جاں نثاری اور آپ کا یہ برتاؤ۔ دیکھی تیری کالپی بادوں پورے اجاڑ۔ چلیے شورش آغاز ہو ادھر ادھر بگڑ دھکا ڈھکا کے پیچھے سلوار کا تمام ہو گیا۔

مختصر یہ کہ پہلے ہی سے اگر صراحت ہو جاتی تو نہ بد گمانی ہوتی اور نہ مزدور جو بچہ نہ غلامی کے عالی خیالی اور مزدوری کی ...

سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں اسی اجرت پر قناعت کر کے حضرت اس رکتے والے کے دل سے پوچھیے جس نے آپ کی مخمل پوشاک سونے کی گھڑی دولتی پوشاک دیکھ کے مزدوری نہیں چکائی اور دوسری سواری نہیں مجازی کی ہر گری ہر ساعت غیمت ہوگی آپ نے کہا چل حضرت گنج اس نے راس ہاتھ میں لی اور گھنٹہ دو دوڑا دو یا جب آپ حضرت گنج پہنچ گئے تو اس بے غذا کام کرنے کے عوض میں آپ نے ایک ڈبل پیسا اس کے حوالے کیا اور وہ چار گالیاں بھی سنا دیں کہ چل جا مردود اور کیا لے گا۔ مزا ہی اچھا۔ مردار ٹٹو کمبخت نے راستہ بھر کری کرنیاں ہلا دیں۔

ابھی تک کانگریس کی کارروائی شائع نہیں ہوئی ہے ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔ لیکن جم ادھر پال سنگھ صاحب سے استدعا ضرور کرنا چاہتے ہیں کہ وہ ایسی غلطی نہ کریں بلکہ شرائط مصالحت میں جانبین کی سہولت اور انصاف کا لحاظ رکھیں۔ تو یہ مصالحت مضبوط ہوگی اور حکومت کے لیے بھی عجب نہیں کہ کار آمد ہو۔ مخالفین کو یہ کہنے کا موقع نہ دیں (بقول بد نصیبین) ذرا بی بی سونڈھا لگنے کا کنبہ جوڑا۔

بحکم سب جج بہادر دوم کانپور

سمن بنام مدعا علیہ بغرض حاضری و جواب دعوی۔
(آرڈر ۵ قاعدہ ۲۰)

بعدالت سب جج بہادر دوم مقام کانپور ضلع کانپور۔

مقدمہ نمبر ۱۳۱ بابت ۱۹۲۳ء

دی کانپور فلیس بالشمس کمپنی　مدعی

بنام

الیس محمد مصطفیٰ　مدعا علیہ

بنام الیس محمد مصطفیٰ ... ساکن چوک ... شہر کانپور ہرگاہ کہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت ... کے دائر کی ہے لہٰذا تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ تم بتاریخ ۲۷ ستمبر ۱۹۲۳ء بوقت ۱۰ بجے دن کے عدالت ہذا میں بذات خود یا بذریعہ ... حاضر ہو کر جواب دعوی کرو۔ اور ہرگاہ کہ وہی تاریخ جو تمہارے واسطے مقرر ہے واسطے تنقیح مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے۔ پس تم کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو حاضر کرو نیز جملہ دستاویزات جن پر تم بنائے جواب دہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو اسی روز پیش کرو۔

تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۱۰ ستمبر ۱۹۲۳ء جاری کیا گیا۔

مقدمہ بغرض تنقیح پیش ہوگا۔

دستخط بخط انگریزی
منصرم



اٹلی: "ہا! حرام خور! مجھکو بھی ترک بنایا ہے۔ لاتاوان۔ کر سلام۔ سارا کمیشن کمبخت نے مار ڈالا"
یونان: "میں میں۔ واللہ میں نہیں ہوں۔ اوں۔ اوں۔ دیکھیے"
البانیہ: "تم نہیں ہو تو کیا میں ہوں۔ بھلے کو میں لیٹا ہوا تھا۔ نہیں تو میرا ہی نام ہوتا"
یورپ: "ہائے لونڈوں کے مارے ناک میں دم ہے۔ یہ سب میری خرابی کے لچھن ہیں"

جھیپو

بقیہ ۷ ستمبر ۱۹۲۳ء

قدرت نے کہا کہ لے اب بھیو - میرا دامن - شیطان کی ماں ابلیس کی نانی - ورما جانب کی پرنانی سے پالا پڑا گویا بلاؤ طبی اور تحمل مصائب کی لذت نمائی ہی تھی - رسی گلے سے کھلی نہیں - بندھی کی بندھی رہی ہاں پہلے مردوں کے ہاتھ میں تھی اب ایک عورت کے ہاتھ میں ہے - پہلی خندش موت کی طرف لیے جاتی تھی - یہ بنت زندہ درگور کرنے کے لیے ہے - بی چوہیا کو کھا لینے کے کے بعد فرض نہیں ہوتی تھی کہ یہ ستمگری بڑھیا ہے - وہ اسکو نہیں بہاتا - چہرہ بیٹھنا - اچھلنا کودنا - خوشبودار منھ سے بوسے لینا جب یاد آتا ہے کلیجا منھ کو آتا ہے - کمبخت جیب کسی طرح دامن نہیں چھوڑتی - منھ کا سنڈاس کھلا اور جانب نے انکا ہائی مرغوب کے مارے جیب سلا ہو پڑی - ارے پھر کر اس بے شرم کو بھی ڈانٹ کہ کمبخت ایسی بے تکلفی پہلے ہی ملاقات میں ہرگز زیبا نہیں - زبان تھرکی کہ وہ کسی طرح کھل کے نہیں کہی کہ چڑیل تیرا منھ ہے یا کابل کا خانہ ہے - بوسے لیتے لیتے اس چڑیل نے مختصر بہکی گل پر غلیظ کی مہریں لگا دیں - ایک آدھ مرتبہ اللہ اٹھا بھی تو اس خبیانی نے بغل میں دبا لیا - اور پھر بشرم حرامزادی نے بغل ہی میں جھولا تیوں رہ گیا - گالوں پر جب اسکی ناک کی ہوا لگی معلوم ہوا کہ سانپ ڈس رہا ہے - آگے آگے وہ چلی جاتی ہے اور پیچھے پیچھے رشتہ شرم میں بندھا ہوا چلا جا رہا ہوں - بھیوے دغاباز اپنی کامیابی پر جب مغرور ہوتی ہے تو جھٹ مجھے کھینچ کے لگا لیتی ہے - کالی چڑیا نے جھولی ہوئی آنکھ میں موتی چھپایا تھا اور کبھی پھر آتی تھی جو میرے سوا جب کے نہیں - اس خبیانی نے ایک مالی کا لال پایا ہے اور بزبان حال کہہ رہی ہے جو میرے سوا سب کے نہیں - میں جس عالم میں اسوقت ہوں اسکا اندازہ ہر شخص نہیں کر سکتا - کڑوی دوا پینے والے کو صحت کی امید ہوتی ہے - پھانسی پانے والے کو دنیا کے جنجال سے چھٹنے کا سہارا ہوتا ہے لیکن میرے راستے میں امید اور سہارے کا کوسوں نشان نہیں

میں شرم سے پانی پانی ہوا جاتا ہوں وہ اس شرم پر اور زیادہ ماشا ظاہر کرنے لگتی ہے - غرض بڑے پھنسے - ایسی شرم کی ایسی تیسی -

چودھواں باب

واہ! عجب سماں ہے - ایک نانی اپنے نواسے کو لیے بھاگی جاتی ہیں - شیطانی لشکر ساتھ ہے - گھوڑے بچھڑ گئے - ٹٹو پاس نہیں ہیں - گورے پہرے والوں کے خوف سے سیدھا راستہ اختیار نہیں کر سکے - ریل کی پٹری ان لوگوں کے نزدیک سانپ سے بھی زیادہ ڈرنے کے قابل - دور سے اسٹیشن دیکھا اور الٹے پیروں واپس - قیام گاہ معلوم نہیں - بڑی بی نے مارے ماشا کے کچی پگڈنڈی سے گھٹے کی ہڈی چھوڑنے کو مجھے وہی ایسی گھن آئی کہ میں نے جیبوں کی سیر واپس کر دی - دن ڈھلے رفتہ رفتہ تاریکی کا عمل ہوا خستگی سے تمام جوڑ بند دکھنے لگے - تلوؤں میں چھالے پڑ گئے - وہ تو جن باتوں پر وطن میں شرم آتی تھی اب وہ مجھے یاد آنے لگیں ہائے گھن کی گھن کہاں ہے جس پر بیٹھوں - چائے کی پیالی کہاں میسر ہے جو بتلون پر گرے - بالائی کی برف اور گنڈیری خواب میں بھی نہ کھائی ہوگی - بھوسے کی چھت کوسوں دور ہے جس پر پھانسی لگانے کے بعد کودا تھا شریر لڑکیاں نظروں سے نہاں ہیں جو چھیڑتی ستاتی تھیں - میں ہوں اور میری بچا منشا کمبخت بڑھیا ہے میں ہوں اور ویران جنگل ہے بڑھیا کے ہاتھ میں میرا ہاتھ ہے کھنچا چلا جاتا ہوں - راستہ بھر پانی کا قطرہ نہ ملا - پیاس کے مارے برا حال تھا غروب آفتاب کے بعد یہ قافلہ ایک کھاری چشمے کے کنارے مقیم ہوا - چادریں تن گئیں - آگ روشن ہوئی - بڑی بڑی دیگیں آگ پر رکھی گئیں - کھانا پکنے لگا جسکی بو سے ابکائی آتی - مگر خدا غارت کرے میری بڑی بی کو پہلے خود زہر مار نہیں کیا جو کچھ پکا تھا میرے لیے ایک طشتری ہو کے چوبدار چوبی برتن میں لائیں - ارے جیسی ہی ناک میں

اسکی بھاپ گئی آہستہ آہستہ لوٹنے لگی - اب بڑی بی اصرار کر رہی ہیں میں انکار کر رہا ہوں انکے ہاتھ میں نوالا ہے میرے ہاتھ میں ہتھکڑیوں پڑا درست نازک ہے وہ ہاتھ بڑھاتی ہیں میں منھ پھیر لیتا ہوں وہ جھلاتی ہیں کیا کیا غصہ دکھاتی ہیں میں گڑگڑا گھگھیاتا نیلے پیلے دیدے نکالتا ہوں ہائے بس استغفار لا اور بھی ان مردودوں کے قبضے میں ہے ورنہ اسوقت دو میں سے ایک کی جان جاتی آخر بڑی بی یا مری بی نے اپنا تر نوالہ میرے چلانے کو اپنے منھ میں رکھ لیا - مگر خدا جانے کہاں کی ماشا پھٹ پڑی تھی کہ پھر وہی منھ جس میں غلیظ کی سی بو آتی تھی میرے گالوں تک بڑھا اور ہونٹوں کو سنڈاس کا سوراخ بنا لیا گیا پیٹنے بوسہ بازی پر آمادہ ہو گئیں - ہر بوسہ قہر آتی کی یادگار - لاکھ لاکھ جتن کیا چپ ہوں سماعت نہیں ہوتی - بیچ میں گالیاں بھی دیں مگر وہ کیا اثر کرتیں - اس وجہ سے کہ زبان سے ناآشنا تھیں - چٹاخ پٹاخ تابڑتوڑ بوسے اور گرا گرم خوشبودار بوسے دینے کے بعد میں بے طاقت ہو کے اوندھے منھ زمین پر گر پڑا جو گھنٹے فاقہ کیا تھا کب تک سکت رہتی - بڑی بی کو حوصلہ نکالنے کا موقع ملا - خدا نے عصمت بچائی دور سے آواز آئی - اور کوئی چیز بولی بڑی بی کی نتھنوں بوٹیوں کو اچھالتی ہوئی نکل گئی - شوربا اچھا چھینٹیں پوشاک پر پڑیں - سن دن دن فائر جیت فائر ہوئے اب جو غور سے دیکھتا ہوں تو اہل قافلہ کے منھ میں ہوائیاں ہیں اور قلابازی کھا رہے ہیں بڑی بی کا سارا مزا کرکرا ہو گیا ساری شعبدہ بازی مرچاری بھول گئیں - میں نے فرصت پائی کروٹ کے دامن جھاڑ کے اٹھا اور ایک دولتی بڑی بی کے رسید کی بڑھیا بھی لوٹ پوٹ کے بھاگی اور میں بھی حملہ کرنے والوں کی جانب چلا اسوقت دوست دشمن کا کچھ خیال نہ تھا کسی طرح اس خبیانی سے نجات ملے جان جائے یا رہے - لیکن معلوم ہوا کہ حملہ آور دوست ہیں دشمن نہیں - ہمقوموں کی صورت دیکھی جان میں جان آئی ان لوگوں کا پیشہ کان کنی ہے - یا کسی کیمپ کی جانب سفر کر رہے تھے - سادہ وحشیوں کا شکار کرنے ٹھہر گئے - کیمپ پر

قبضہ کیا۔ رات آرام سے گزری مگر خواب میں بھی بُڑھیا معشوقہ کے وحشیانہ ناز سے اچھل پڑتا تھا۔ بہرحال صبح ہوئی۔ اور میں نے بھی بخشو دوستوں کی صلاح سے کان کنی کا پیشہ اختیار کیا جو یہاں جیسے اب ساری چیں لکھتا ہے۔ قسمت اچھی ہے تو سونے کی دیواریں وطن میں بنواتا۔

ایک :- نوجوان دوست تمہاری عمر ایسی مصیبت جھیلنے کے قابل نہیں ہے تم وطن جاؤ اور کسی بعورت نازنین سے بیاہ رچاؤ۔"

میں :- خدا خدا۔ شادی کا نام نہ لے۔ میں ہرگز شادی نہ کروں گا۔ میری زندگی کا مقصد صرف یہ ہے کہ اس سرزمین پر جاؤں جہاں کوئی عورت نہ ہو۔ عورت کی صورت دیکھ کے میری شرم و حیا کی ہانڈی ابلنے لگتی ہے۔"

وہی :- اگر یہی ارادہ ہے تو بسم اللہ ہم ایسی جگہ جا رہے ہیں جہاں کوئی چیز زنانی نہیں ہے۔ مگر دوست اپنے کپڑے آپ سینا پڑیں گے۔ خود ہی کھانا پکانا ہوگا خود ہی جھاڑو بہارو دینی ہوگی۔"

میں :- اوہ۔ ایسی تکلیفوں کو میں تکلیف نہیں سمجھتا خدایا تیرا شکر۔ ارے ایک جگہ تو ایسی ہے جہاں "عورت" نہیں۔ چلو۔ چلو۔ قدم بڑھاتے چلو۔ سونا سونا۔ سونا۔ تنہائی۔ اور تنہائی میں شرم و حیا سے بائیکاٹ کی مشق۔ اللہ اللہ۔ یہ دن کسے نصیب ہوتے ہیں۔ مکان واپس جانا ہر وقت اختیار میں ہے۔ دولت ہر عیب کی سترپوش ہے۔ عمر کا انحطاط خود بخود انسان کو سنجیدہ اور متین بنا دیتا ہے۔ الغرض میاں جان ظفر قسمت نے یاوری کی جو تم یہاں چلے آئے "مسٹر جان ظفر۔ روس کی پرنسس کا سیاح۔ سونے کی کان کا مالک" یہ القاب بھولنے نہیں ہیں۔ خیالی پلاؤ کے انجرے نے ہمت کو بلند کیا۔ طبقہ نسواں کی نیستی نے شراب مسرت سے شیشہ دل کو بھر دیا۔ گاڑی کا کرایہ ساتھیوں نے ادا کیا اور ہم منزل مقصود پر بخیریت پہنچ گئے۔ آبادی سے دور ایک پہاڑی تھی یہ جگہ مجھے پسند آئی ایک شخص بیمار تھا اسکے حقوق کان کنی میں نے مول لیے۔

جھونپڑی میں رہنے سہنے لگا۔ مگر زندگی کو بوسے خیر دلانے میں جو زحمت اٹھانی پڑتی تھی وہی مجھے اٹھانی پڑی۔ نیا کام تھا۔ ہاتھوں میں آبلے پڑ گئے ہتھیلیاں ناتراشیدہ پتھروں کی رگڑ سے لہولہان ہو گئیں پھر بھی میں مطمئن تھا کہ کوئی ستمگر شوخ دیدہ چنچل چڑی میری اس مصیبت پر ہنسنے والی نہیں ہے۔ صبح دوپہر تک برابر کام پر لگا رہتا۔ ساتویں دن (اتوار) کو تعطیل مناتا۔ وہ میرے پیشہ ور اس خدائی حکم کی پروا نہیں کرتے اور اتوار کو بھی کام سے باز نہیں آتے۔

ایک روز کا ذکر ہے میں اپنی جھونپڑی کے سامنے بیٹھا ہوں ہاتھ میں پرانا اخبار کا غذ ہے کبھی کاغذ کو پڑھتا ہوں کبھی خیال کرتا ہوں کہ خدا کے فضل سے اب مجھ میں جھینپ کا مادہ باقی نہیں رہا اگر کوئی عورت میرے سامنے آجائے اور خندہ پیشانی مجھ سے راز و نیاز کرے تو میں ترکی بہ ترکی جواب دوں اور مطلق نہ جھینپوں۔ جہاز کے جائے ہمیشہ جہاز ہی میں نہیں رہتے۔ محنت و مشقت انسانیت کے جوہر کو جلا دیتی ہے۔ میں اس اُدھیڑ بن کا استقبال کیا کروں :- آؤ پیاری۔ میری جان۔ تمہارے فراق میں میری بُری حالت تھی۔ تم کیا آئیں جان میں جان آئی جسم میں روح آئی۔ چمن میں بہار آئی۔ چولہے میں آگ آئی۔ چراغ میں تیل آیا۔ سوکھے دھانوں پانی پڑا۔ جگر کی آگ بجھی۔ بیمار کو دوا ملی۔

سچ کہا ہے وہم خلاق ہے

پشت پر سے پوشاک کی کھڑکھڑاہٹ سنائی دی۔ تصور میں ہاتھ ایک خیالی معشوق کو بغلگیر کرنے کی غرض سے پھیلا جاتا تھا۔ آنکھیں بند تھیں۔ کاغذ ہاتھ سے گر گیا۔ بعض کلمات دل میں نہ ٹھہرے زبان پر جاری ہو گئے تھے۔ اب جو آنکھ کھلی تو اسے سچ مچ ایک پری چہرہ نازک اندام نوجوان کمال ابد لجہ کی شوخ چنچل سر پر کھڑی میری بیخودی پر مسکرا رہی ہے۔

تو بہ کا ڈر تو نہیں لو ہونٹوں میں۔

نازنین :- (آنکھیں مٹکا کے) دوہی آپ تو ڈر گئے۔ ارے بے پہاڑ پر چڑھتے چڑھتے سانس پھول گئی۔ پیاس کے مارے برا حال ہے۔ تھوڑا سا پانی عنایت کیجیے۔ معاف کیجیے گا۔ آپ معلوم نہیں کس خیال میں ڈوبے تھے میں نے آپ کے خیالی منصوبوں میں خلل ڈالا ابا جان بھی میرے ہمراہ ہیں وہ بیچارے بڑھے آدمی ہیں میرے ساتھ نہ آسکے پیچھے رہ گئے وہ بھی پیاسے ہیں آتے ہی ہوں گے۔"

اتنا کہہ کے اس خیرہ ادا نے ایک قہقہہ لگایا۔ میرے سینے میں صبر ہو گیا گرمی مگر ابھی آپے میں تھا گھبرایا نہیں وہ تعظیم کی۔ بیٹھنے کا اشارہ خود لپکا جھونپڑے کے پیچھے گیا ٹین کے گلاس میں ٹھنڈا پانی لایا۔ کیا کرتا سوائے اس ٹین کے گلاس کے یہاں اور کچھ نہ تھا۔ گلاس ہاتھ میں دیتے وقت دیکھتا کیا ہوں کہ پانی میں کچھ ہے؟

میں :- بیگم ذرا دیکھیے پانی میں چھوٹا سا تنکا ہے جلدی میں دیکھا نہیں۔"

!! کتنا چاہیے تھا بڑا سا تنکا۔ منہ سے نکلا چھوٹا بھلا نوجوان چھو کریوں میں ضبط کہاں۔ اتنی سی بات پہ کھل کھل ہنسنے۔ یہاں ہوش و حواس کے طوطے اڑنے کھلاہٹ کا خلقی مادہ ہیجان میں آیا۔ اور خندہ نبلیں جھانکنے لگا۔ نہ رہی یہ بے تمیزی کی شان بھی ملاحظہ طلب ہے ہنستی جاتی ہے پانی پیتی جاتی ہے۔ بادام کی سی آنکھیں گردش میں ہیں۔ پانی کے قطرے پوشاک پر گر رہے ہیں۔ کئی بار اچھو ہوتے ہوتے رہ گیا۔ ابھی ہنسی ختم نہیں ہوئی تھی کہ ان کے پدر بزرگوار لٹھیا ٹیکتے۔ ہانپتے کانپتے۔ منہ سے سگار کا دھواں چھوڑتے تشریف لائے۔ آتے ہی گرمی کی شکایت شروع کی۔ پیاس کی شدت ظاہر فرمائی۔ کہنے لگے کیا کروں لڑکی کے ساتھ آنا پڑا۔ ڈاکٹروں نے سیاحت کی رائے دی۔ اب کیلیفورنیا چلا جلد جلد اور یہیں بسر ہوگا اگر تھوڑا سا آبگینہ (شراب) بھی اس پانی میں شریک فرما دیجیے تو نہایت احسان مند ہوں گا۔"

طاق میں دو بوتلیں دھری تھیں ایک میں مٹی کا تیل تھا دوسری میں تھوڑی سی شراب دوا کے طور پر رکھی ہوئی تھی۔ میں نے ایک بوتل جلدی میں اٹھائی۔ وہ دھان پان ناز کی بڑھتی ہوئی شکل پہ کچھ بجائی۔

(باقی)

امراض وبائیہ و بالخصوص ہیضہ سے بچنے کے تدابیر

اطبائے دواخانہ معدن الادویہ کا بیش بہا مشورہ

[illegible]

ہر قسم کا طبی مشورہ بلا کسی فیس کے حاصل ہو سکتا ہے

منیجر دواخانہ معدن الادویہ - وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ -

مرض ہیضہ سے نجات بخشنے والے تیر بہدف ادویہ

جوہر حیات

[illegible]

حب فاروقی

[illegible]

فہرست کا ان طلب فرمائیے
مفت روانہ ہوگی

مرض وبائیہ ہیضہ سے حفاظت کرنے والے سب سے زیادہ قوی اثر رکھنے والے مجرب ادویات

حافظ طاعون و ہیضہ

[illegible]

عرق ہاضم تریشت

[illegible]

اپنا پتہ و نام صاف لکھیے
اخبار کا حوالہ ضرور دیجیے

سب ایجنسی

(۱) [illegible]
(۲) فروخت شدہ کے دام ہوتے ہی پرچہ کی دام فروخت کوئی جائے گی
(۳) [illegible] کی ایجنسی قبول کی جائے
(۴) بحساب [illegible] فی پرچہ فروخت کرنا ہوگا اور [illegible]
کمیشن ایجنٹ صاحب کو دیا جائے گا -
[illegible]
منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

اودھ پنچ لکھنؤ

[illegible]

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

ایک فلسفی یعنی

[illegible]

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

[illegible] مطبع [illegible] لکھنؤ میں [illegible] سے شائع ہوا